عقد نکاح میں کفائت کی حقیقت

The Verity of Kafa'at(Compatibility) in Marriage Contract

*ڈاکٹر حسین محمد

**حنیف اللہ

Abstract

Kafa'at is a term used in the field of Islamic jurisprudence which means equivalence and closeness between the expected spouse i.e. Male and female in specific area. So it may be defined as the compatibility or equivalence between the expected husband and his expected wife which have to be adhered to in future. This compatibility standard suggested by Islam is highly effective, that include religion, profession, wealth, lineage, moral and social standard. The Hanafi, the Shaft's and the Hanbali schools concur in requiring kafa'at in religion (Islam), freedom (i.e. in his not being a slave), profession and lineage. These schools differ regarding *kafa'at* in wealth. The Hanafi and the Hanbali schools recognize it, while the Shaft's school does not. The Maliki School do not accept the notion of *kafa'at* except in religion.

The emphases of this Kafa'at are to make the spouse relation pleasant, everlasting and coherences. The alikeness suggested by Islam between male and female is also traditional and logical value which Islam highly encouraged. The hidden philosophy of Kafa'at is to build the relation between the expected spouses more effective and pleasant.

Keywords: Kafa'at, Compatibility, Spouses, Islamic Jurisprudence, Qura'n

---

*چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

** ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

کفاءت کا لغوی معنی: کَفَاءَۃٌ کُفُوٌّ سے مصدر کا صیغہ ہے اور اس کا معنی مساوات اور برابری کے ہیں۔ کُفُوٌّ یا کُفُوءٌ (بروزنِ فُعُلٌ اور فُعُولٌ) دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے کُفُوٌّ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی نسبت سے دوسرے کے ہم مثل اور ہم سرہو[1]۔ لفظ کُفُوٌّ ہم سر اور ہم مثل کے معنی میں قرآن کی درج ذیل آیت میں بھی استعمال ہوا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ [2]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم سر نہیں۔

کفائت کی اصطلاحی تعریف:

فقہاء کے یہاں ''کفاءت'' ایک خاص قسم کی اصطلاح ہیں جس کا مفہوم ہے۔

''مساواۃ الرجل للمرأۃ او کون المرأۃ ادنی۔''[3]

ترجمہ: مرد عورت کے برابر کا ہو یا اس سے فائق ہو۔

مطلب یہ ہے کہ مرد صفات مخصوصہ ممتازہ میں عورت کے برابر یا اس سے اعلیٰ ہو، مقصود یہ ہے کہ جس سے رشتہ کیا جا رہا ہو وہ ایسا نہ ہو کہ خود لڑکی یا اس کے اقرباء اور اولیاء کے لئے اس سے رشتہ باعث ننگ و عار ہو کہ یہ بات امکانی طور پر مستقبل میں تعلقات کی ناپائیداری اور ناسازی کا موجب بن سکتی ہے، یہ اسلامی نظامِ کفاءت کی بہتری کا ثبوتاً ہے کہ میاں بیوی کے رشتہ کو پائیدار سے پائیدار بنانا چاہتی ہے اس کی واحد شکل یہی ہے کہ نئی خاندانی اکائی میں معاشرتی، مالی، خاندانی حتی کہ پیشہ اور نفسیانی لحاظ سے برابری ہو۔

عقد نکاح میں کفائت کا اعتبار:

فقہاء کے اس میں کئی اقوال ہیں۔

پہلا قول: یہ ہے کہ کفاءت نکاح کے لزوم کے لئے شرط ہے مطلب اگر عورت نے اپنا نکاح غیرِ کفوء میں کر لیا، تو نکاح صحیح ہوگا لیکن ولی کو قاضی کے ہاں اعتراض کا حق حاصل ہوگا، چاہے تو نکاح فسخ کر لیں یا باقی رکھیں، اسی طرح اگر ولی نے عورت کا نکاح غیرِ کفوء میں کر لیا، تو عورت کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا، چاہے تو نکاح فسخ کر لیں یا باقی رکھیں۔ یہ جمہور فقہاء کا قول ہیں[4]۔

پہلے قول کے دلائل:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرائیں، حالانکہ کوئی شخص یا خاندان آپ ﷺ کے مرتبے اور حیثیت کے برابر نہیں ہیں، تو اگر کفاءت شرطِ صحت ہوتی نکاح میں تو آپ ﷺ کے بیٹیوں کا نکاح کسی سے منعقد ہی نہیں ہوتا، لھذا معلوم ہوا کہ کفاءت شرطِ لزوم ہے نہ کہ شرطِ صحت۔

۲۔ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَكَرِهْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: انْكِحِي أُسَامَةَ، فَنَكَحْتُهُ، فَجَعَلَ اللهُ فِيهِ خَيْرًا، وَ اغْتَبَطْتُ بِهِ۔[5]

ترجمہ: تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں نے اس کو ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا: اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، چنانچہ میں نے ان سے نکاح کر لیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت خیر (اور برکت) فرمائی اور اس وجہ سے مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اسامہ بن زید سے نکاح کرلیں، تو اس نے آپ ﷺ کی حکم پر اسامہ بن زید سے نکاح کر لیا، تو اگر کفاءت شرطِ صحت ہوتی نکاح میں، تو یہ نکاح منعقد نہ ہوتا، لھذا معلوم ہوا کہ کفاءت شرطِ لزوم ہے نہ کہ شرطِ صحت۔

۳۔ آپ ﷺ نے زید بن حارث جو کہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے زینب بنت جحش سے اس کا نکاح کر دیا اور زینب بنت جحش قریشی تھی، تو باوجود اس کہ یہاں کفاءت موجود نہیں تھی پھر بھی یہ نکاح ہوا، تو معلوم ہوا کہ کفاءت شرطِ لزوم ہے ورنہ یہ نکاح منعقد نہ ہوتا بوجہ عدمِ کفاءت کے۔

دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ کفاءت عقد نکاح میں شرطِ صحت ہے اور غیر کفوٴ کے صورت میں نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا اور میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور یہ دوسرا قول احناف[6] (حسن بن زیاد کے قول کے مطابق) اور حنابلہ[7] (ایک قول کے مطابق) کا ہیں۔

دوسرے قول کے دلائل:

۱۔ قال رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ, وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِيَاءُ۔[8]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کہ عورتوں کا نکاح نہ کراو مگر ان کے کفوٴ سے اور ان کی نکاح نہ کرائیں مگر ان کے اولیاء۔

اس حدیث مبارکہ میں عورت کا نکاح اس کے کفوٴ سے کروانے کا حکم دیا گیا ہے، لھذا معلوم ہوا کہ کفاءت شرطِ صحت ہے نکاح میں۔

۲۔عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا۔[9]

ترجمہ: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز کو جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ کو جب آجائے، اور بیوہ عورت (کے نکاح کو) جب تمہیں اس کا کوئی کفو (ہمسر) مل جائے"۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی عورت کے نکاح کے لئے کفوٴ کو لازم قرار دیا گیا ہے، لھذا معلوم ہوا کہ کفاءت شرطِ صحت ہے نکاح میں۔

۳۔عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَأَنْكِحُوا إِلَيْهِمْ ۱۰

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اپنے نطفوں کے لیے نیک عورت کا انتخاب کرو اور اپنے برابر والوں سے نکاح کرو اور انہیں کو اپنی بیٹیوں کے نکاح کا پیغام دو۔

اس حدیث مبارکہ میں کفوٴ سے نکاح کرنے کا حکم ہے، تو یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ کفاءت شرطِ صحت ہے نکاح میں۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ کفاءت کا نکاح میں کوئی اعتبار نہیں ہے اور کفاءت نکاح میں شرط ہی نہیں اور یہ مذہب ظاہریہ، امام کرخیؒ، امام جصاصؒ اور امام حسن بصریؒ[11] کا ہے، اور ان کے دلائل درجہ ذیل ہیں۔

۱۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَبَا هِنْدٍ، حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَافُوخِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَنِي بَيَاضَةَ أَنْكِحُوا أَبَا هِنْدٍ وَأَنْكِحُوا إِلَيْهِ وَقَالَ: وَإِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوُونَ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ.[12]

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ابوہند نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں سینگی لگائی، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے بنی بیاضہ! ابوہند کا (اپنے میں سے کسی کے ساتھ) نکاح کر دو، اور اس سے (اس کی کسی عزیزہ کا ") نکاح لے لو"۔ اور فرمایا" اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر ہے تو وہ سینگی لگانے ہی میں ہے۔

ابوہند یسار رضی اللہ غلام تھے، نبی ﷺ نے بنی بیاضہ جیسے عربی خاندان والوں کو فرمایا کہ ان سے رشتہ کرلو، تو معلوم ہوا، کہ کفاءت کا نکاح میں اعتبار نہیں ہے

۲-يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ،وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ،أَلا لا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلا لأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ،وَلا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلا بِالتَّقْوَى۔[13]

ترجمہ: اے لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے، کسی عرب کو غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ سیاہ فام کو سفید فام پر فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے۔

۳- يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [14]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے طبقات اور قبیلے بنادیے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تو تم سب میں عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، بے شک "اللہ سب کچھ جانتا باخبر ہے۔

توضیح: اگر لڑکی خود ولی کی رضا کے بغیر، غیر کفو میں نکاح کرلے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں میں باقی آئمہ کرام کا موقف یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن ولی کو اس نکاح پر اعتراض کرنے اور قاضی سے رجوع کر کے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہو گا، لیکن احناف کے ہاں اس میں دو قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن ولی کو اس نکاح پر اعتراض کرنے اور قاضی سے رجوع کر کے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہو گا، یہ ظاہر روایت ہے اور عام طور پر فتویٰ ظاہر روایت پر دیا جاتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہو گا اور متاخرین احناف کی رائے بھی یہی ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا اور بعد کے فقہاء نے فسادِ زمانہ کی وجہ اسی قول (نکاح منعقد نہیں ہو گا) پر فتویٰ دیا ہے، لیکن موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ جیسے جیسے لڑکیوں میں تعلیم کی شرح بڑھ رہی ہے، وہ نکاح میں اپنے حق اختیار کو استعمال کرنا چاہتی ہیں اور تعلیم، معاشی معیار اور مزاج کی ہم آہنگی کو وہ دوسری باتوں پر ترجیح دیتی ہیں، اس لیے بعض اوقات اولیاء کے معیار کے لحاظ سے غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں، اولیاء کو اگرچہ یہ رشتہ عدمِ کفائت کی وجہ سے پسند نہیں ہوتا، لیکن جب نکاح ہو جاتا ہے تو وہ اس پر خاموش ہو جانے میں ہی اپنی عزت کا تحفظ محسوس کرتے ہیں، اب اگر متاخرین کے فتویٰ کو لیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوا اور ان کی زندگی معصیت کی زندگی قرار پاتی ہے، چنانچہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی زیر نگرانی عالمی مسائل سے متعلق جو مجموعۂ قوانین مرتب ہوا ہے، اس میں اسی قول (کہ نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن ولی کو اس پر اعتراض کرنے اور قاضی سے رجوع کر کے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہو گا) پر فتویٰ دیا گیا ہے اور مجمع الفقہ الاسلامی الہند نے بھی اپنے گیارہویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۹۹۹ء میں اجتماعی غور و فکر کے بعد یہ بات طے کی کہ اگرچہ لڑکوں اور

لڑکیوں کو اپنے رشتوں کے انتخاب میں اولیاء کی رائے کو اہمیت دینی چاہیے، لیکن اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے غیر کفو میں ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا، البتہ اولیاء کو قاضی کے یہاں مرافعہ کا حق حاصل ہو گا، اگر اولیاء اس نکاح پر خاموش ہو جائیں تو نکاح نافذ رہے گا۔[15]

کن امور میں کفائت کا اعتبار کیا جائے گا؟ فقہی مکاتب فکر کا نقطہ نظر

کن امور میں کفاءت کا اعتبار کیا جائے گا؟ ان میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہیں۔

احناف کے نزدیک وہ چھ ہیں دین، اسلام، نسب، حرفت، حریت اور مال۔

مالکیہ کے نزدیک وہ دو/۲ ہیں دین اور حال (یعنی مردان تمام عیوب سے پاک ہو جن کی وجہ سے زوجہ کے لیے خیار ثابت ہوتا ہے)۔

شافعیہ کے نزدیک وہ پانچ ہیں، دین، حریت، نسب، **السلامة من العیوب المثبتة للخیار**، اور حرفت۔

حنابلہ کے نزدیک بھی وہ پانچ ہیں، دین، نسب، حرفت، حریت اور مال۔[16]

کفاءت کے پہلو (امور) اور دورِ حاضر

کفاءت کی علت عار ہے تاکہ اگر غیر کفو میں ولی نکاح کردے تو لڑکی کے لیے باعث عار نہ ہو جائے اور اگر لڑکی از خود نکاح کرلے تو اس کے خاندان والوں کو ننگ وعار محسوس نہ ہو، اب کونسی چیز باعث عار ہے اور کونسی نہیں ہے اس کا دار و مدار عرف پر ہے۔

إِذَا ثَبَتَ اعْتِبَارُ الْكَفَاءَةِ بِمَا قَدَّمْنَاهُ فَيُمْكِنُ ثُبُوتُ تَفْصِيلِهَا أَيْضًا بِالنَّظَرِ إِلَى عُرْفِ النَّاسِ فِيمَا يَحْقِرُونَهُ وَيُعَيِّرُونَ.[17]

ترجمہ: جب میری گذشتہ باتوں سے فی الجملہ کفاءت کا معتبر ہونا ثابت ہو گیا، تو اب اس کی تفصیلات کا ثبوت بھی ممکن ہے، اس طرح کہ لوگوں کے عرف کو دیکھا جائے کہ کون سی باتیں ان کے نزدیک باعث حقارت و ننگ ہیں۔

کفاءت کا مسئلہ اجتہادی حیثیت رکھتا ہے اور فقہائے اسلام نے اپنے اجتہادت کی بنیاد پر کفاءت کے شرائط کا تعین کیا ہے ان کے اجتہادات کا محور قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ دو ثانوی مآخذ (عرف وسد ذرائع) بھی ہیں، یعنی کفاءت کا انحصار عرف و عادت اور لوگوں کے تعامل پر مبنی ہے جس میں دفع حرج، یسر اور آسانی ملحوظ رکھا گیا ہے کفاءت میں بھی یہی اصول کارفرما ہے جس طرح عرف میں مرورِ زمانہ سے تبدیلی ہو سکتی ہے اسی طرح کفاءت کے مسئلہ میں تبدیلی ہو سکتی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ

کفاءت کے پہلو (امور) میں ہر زمانے اور جگہ کا اپنا عرف معتبر ہے اور عرف کی بنیادی پر کفاءت کے پہلوؤں میں تغیر و تبدّل ہو سکتی ہے، چنانچہ دورِ حاضر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بعض ان چیزوں کو بھی امور کفاءت میں شامل کیا جاسکتا ہے، جسکی وجہ لڑکی یا اس کے خاندان والوں کو ننگ و عار محسوس ہو۔

لہذا اپنے علاقہ کے عرف و عادات کے مطابق نکاح اور دو شخصوں اور خاندانوں کے تعلقات کے استحکام اور رشتہ کی پائیداری کے لیے ایسا قدم اٹھانا بہتر ہو گا جو ٹھوس ہو اور آگے چل کر شقاق اور تنافر کا باعث نہ بنے۔

عقد نکاح میں فلسفہ کفائت:

انسانی نفسیات کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ بہت ہی کم اور شاذ و نادر ایسے حضرات ہوں گے جو صرف "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" کے اُصول کو رشتۂ ازدواج میں کافی سمجھیں اور ان کی نظر نہ لڑکے، لڑکی کی عقل و شکل پر جائے، نہ تعلیم و تہذیب پر، نہ رنگ و نسب پر، نہ جاہ و مال پر۔ رشتۂ ازدواج چونکہ محض ایک نظریاتی چیز نہیں، بلکہ زندگی کی امتحان گاہ میں ہر لمحہ اسے عملی تجربوں سے گزرنا ہوتا ہے اور اس رشتے سے بڑھ کر (اپنے عملی آثار و نتائج کے اعتبار سے) کوئی رشتہ اتنا نازک، اتنا طویل اور ایسے وسیع تعلقات اور ذمہ داریوں کا حامل نہیں، اس لئے اسلام نے جو صحیح معنوں میں دِینِ فطرت ہے انسانی فطرت کی ان کمزوریوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا، اس لئے اس نے اپنے "اُصولِ مساوات" کے مطابق جہاں یہ فتویٰ دیا کہ ایک مسلمان خاتون کا نکاح، بلا تمیز رنگ و نسل، عقل و شکل اور مال و وجاہت ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے، وہاں اس نے انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ اس عقد سے متاثر ہونے والے اہم ترین افراد کی رضامندی کے بغیر بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے، تاکہ اس عقد کے نتیجے میں ناخوشگواریوں، تلخیوں اور لڑائی جھگڑوں کا طوفان برپا نہ ہو جائے، یہ حاصل ہے اسلام میں مسئلہ کفو کی اہمیت کا۔

اسلامی قانون ازدواج کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ نوع انسانی کی دونوں صنفوں کے درمیان ازدواج کا تعلق مودّت و رحمت کی بنیاد پر ہو شریعت یہ چاہتی ہے کہ ازدواجی تعلق ایسے مرد اور عورت کے درمیان قائم ہو جن کے درمیان، غالب حال کے لحاظ سے، مودّت و رحمت کی توقع ہو اور جہاں یہ توقع نہ ہو وہاں رشتہ کرنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینے کا حکم دیا ہے (یا کم از کم مشورہ) دیا ہے۔

إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ.[18]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو اس عورت سے نکاح کی رغبت دلانی والی ہو۔

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نکاح کے معاملہ میں کفاءت (ہمسری) کو ملحوظ رکھنا پسند کرتی ہے اور غیر کف میں نکاح کو مناسب نہیں سمجھتی، جو عورت اور مرد اپنے اخلاق میں، اپنی دینداری میں، اپنے خاندان کے طور طریقوں میں اور رہن سہن میں، ایک دوسرے سے مشابہت یا کم از کم قریبی مماثلت رکھتے ہوں، ان کے درمیان مؤدت و رحمت کا رابطہ پیدا ہونا زیادہ متوقع ہے اور ان کے باہمی ازدواج سے یہ بھی توقع کی جاسکتی ہے کہ ان دونوں کے خاندان بھی اس رشتہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو سکیں گے بخلاف اس کے جن کے درمیان یہ مماثلت موجود نہ ہو، ان کے معاملہ میں زیادہ تر اندیشہ یہی ہے کہ وہ گھر کی زندگی میں اور اپنے قلبی تعلق میں ایک دوسرے سے متصل نہ ہو سکیں گے اور اگر شخصاً میاں بیوی باہم متصل ہو بھی جائیں تو کم ہی امید کی جاسکتی ہے کہ دونوں خاندان آپس میں مل سکیں، شرعِ اسلامی میں مسئلہ کفاءت کی یہی فلسفہ ہے

مسئلہ کفائت میں افراط و تفریط:

عام طور پر لوگ مسئلہ کفاءت میں افراط و تفریط کا شکار ہیں، بعض وہ لوگ ہیں جو اپنا سلسلۂ نسب کسی بزرگ یا صحابی یا بادشاہ وغیرہ سے جوڑ کر تفاخر و تکبر اختیار کر لیتے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو سرے سے دنیاوی معاملات میں بھی امتیاز کا انکار کر کے اسے مساواتِ اسلام کا نام دیتے ہیں، دونوں باتیں نصوص شرعیہ اور احادیث صریحہ کے خلاف ہیں، بالخصوص نکاح کے معاملات میں کفاءت کو نظر انداز کرنا مساوات اسلام کے معنوں کی غلط تعبیر ہے، کیا یہ اندھیر نگری ہے کہ تہذیبی طور پر ایک مہذب اور غیر مہذب ایک ہو جائیں، شریف و رذیل، حاکم و محکوم، مجرم و معصوم، عالم و جاہل سب ایک پلڑے میں تلنے لگیں اور گدھے گھوڑے سب برابر ہو جائیں، ایک ہی لاٹھی سے ہانکے جائیں؟ اس سے نہ صرف دین و مذہب کی بنیادیں اُکھڑتی ہیں بلکہ خود دنیاداری کے بھی لالے پڑ جاتے ہیں اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ قانونِ کفاءت دراصل اونچ نیچ کے فرق کو ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہونے سے روک دیتا ہے، فرقِ فطرتِ انسانی مٹ نہیں سکتے امتیازاتِ ذہنی تو ہمیشہ رہیں گے قانونِ کفاءت ان امتیازات کو ازدواجی زندگی میں کوئی طوفان کھڑا کر دینے سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے۔

کچھ لوگ کم علمی کی وجہ سے کفو کے قائل نہیں، وہ اسے ہندو دھرم کی طرح کی ذات پات کی تقسیم کے برابر قرار دیتے ہیں یہ نا سمجھی ہے، اللہ تعالی نے ہر گز انسانوں کو اونچا یا نیچا پیدا نہیں کیا ہے سارے انسان برابر ہیں ہر کلمہ گو مسلمان چاہے عربی ہو کہ عجمی، کالا ہو کہ گورا، کوئی کسی پر برتری Superiority نہیں رکھتا، سب ایک دوسرے کے کفو ہیں لیکن کلمہ گو ہونا کفو ہونے کی پہلی شرط ہے، شریعت یہ بھی چاہتی ہے کہ انسانوں کے درمیان جو فطری اختلاف ہے جیسے Natural Difference خاندانوں کا ماحول، علاقوں کا فرق، زبان کا اختلاف، مال اور پیسے کی وجہ سے اپنے اپنے معیارِ زندگی کا فرق، تعلیم کا فرق، وغیرہ ان کو لازماً پیش نظر رکھا جائے ورنہ ذہنوں میں دوریاں ضرور پیدا ہوتی ہیں، کفو میں مال سب سے اہم ہے اگر لڑکی مال میں زیادہ ہو اور جوڑا جہیز لانے کے قابل ہو اور نوکری بھی کرتی ہو تو اس کے دو ہی نتائج نکلتے ہیں یا تو شوہر مکمل فرمانبردار ہو جاتے ہیں، عورت قوّام بن جاتی ہے، اسکے نتیجے میں آیت الٹ جاتی ہے اور النساء قوامون علی الرجال ہو جاتی ہے یا پھر اگر شوہر حساس ہو تو زندگی دو بھر ہو جاتی ہے، لڑائی جھگڑوں میں اکثر شوہر غصے سے کہتے ہیں، میں تمہارے مال کا بھوکا نہیں تمہارا پیسہ تمہارے منہ پر مار دوں گا، ایسی صورتِ حال پیش آنے سے پہلے ہی اگر مرد حضرات اپنی اوقات کے مطابق لڑکی کا انتخاب کریں تو ان کی خودداری کو کبھی ٹھیس پہنچے گی اور نہ کفو کو نظر انداز کرنے کے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔

اللہ کے نزدیک بڑا اور چھوٹا ہونے کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (القرآن) جو زیادہ متقی ہے، اللہ کی نظر میں وہی زیادہ عزت و مرتبے والا ہے، ذات و برادری کا فرق محض تعارف کے لیے ہے اور نکاح کے باب میں اس کا لحاظ صرف اس لیے ہے تاکہ زوجین کی زندگی خوشگوار گزرے اور مزاج میں ہم آہنگی رہے، اگر مسئلہ کفاءت کو بالکلیہ نظر انداز کر دیا گیا تو مصالح نکاح کا برقرار رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔

بعض احادیث اور روایات میں یہ ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ نکاح کفو میں کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ دونوں خاندانوں کے مزاج آپس میں میل کھا سکیں، لیکن یہ سمجھنا غلط ہے کہ کفو سے باہر نکاح کرنا شرعاً ناجائز ہے، یا یہ کہ کفو سے باہر نکاح شرعاً درست نہیں ہوتا، حقیقت یہ ہے کہ اگر لڑکی اور اس کے اولیاء کفو سے باہر نکاح کرنے پر راضی ہوں، تو کفو سے باہر کیا ہوا نکاح بھی شرعاً منعقد ہو جاتا ہے اور اس میں نہ کوئی گناہ ہے نہ کوئی ناجائز بات، لہذا اگر کسی لڑکی کا رشتہ کفو میں میسر نہ آرہا ہو اور کفو سے باہر کوئی مناسب رشتہ مل جائے تو وہاں شادی کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کفو میں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکی کو عمر بھر بغیر شادی کے بٹھائے رکھنا کسی طرح جائز نہیں۔

شریعت نے یہ ہدایت ضروردی ہے کہ لڑکی کو نکاح بغیر ولی کے نہیں کرنا چاہئے، لیکن ولی کو بھی یہ چاہئے کہ وہ کفو کی شرط پر اتناز ور نہ دے جس کے نتیجے میں لڑکی عمر بھر شادی سے محروم ہو جائے اور برادری کی شرط پر اتنازور دینا تواور بھی زیادہ بے بنیاد اور لغو حرکت ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ.[19]

ترجمہ: جب تمھارے پاس کوئی ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوگا۔

بعض لوگ کا جو یہ خیال ہے کہ سید لڑکی کا نکاح غیر سید گھرانے میں نہیں ہو سکتا، تو یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے اور شرعاً یہ بات درست نہیں ہے، ہمارے عرف میں ''سید'' ان حضرات کو کہتے ہیں جن کا نسب بنی ہاشم سے جاملتا ہو، چونکہ حضور پاک ﷺ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے بلاشبہ اس خاندان سے نسبی وابستگی ایک بہت بڑا اعزاز ہے، لیکن شریعت نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی کہ اس خاندان کی کسی لڑکی کا نکاح باہر نہیں ہو سکتا، نہ صرف شیوخ، بلکہ تمام قریشی نسب کے لوگ بھی شرعی اعتبار سے سادات کے کفو ہیں اور ان کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے، بلکہ قریش سے باہر کے خاندانوں میں بھی باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔

خلاصۃ البحث

ا۔ سماج کو امن اور ترقی کی راہ پر لے جانے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ سماجی مسائل کو صحیح نہج پر اعتدال کے ساتھ حل کیا جائے، اس کے لئے جہاں فطری جذبے کا لحاظ ضروری ہوتا ہے، وہیں زمینی حقائق وحالات کو نظر انداز کر دینا دانش وبصیرت اور قابل لحاظ تقاضوں کے منافی ہے، معاشرتی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ مرد، عورت اور لڑکا لڑکی کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا بھی ہے، اس سلسلے میں ان تمام امور کا ممکن حد تک لحاظ کیا جانا چاہئے، جن سے دونوں کی ازدواجی زندگی بہتر طور سے گزر سکے، کفاءت (برابری) کا اعتبار، اس تناظر میں انتظامی لحاظ سے کیا جاتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ شادی بیاہ میں برابری (کفاءت) کے سلسلے میں خاصی افراط تفریط پائی جاتی ہے، کچھ لوگ تو سرے سے ہی کفاءت کا انکار کرتے ہوئے فقہ اور فقہاء تک کو تنقید

کا نشانہ بناتے ہیں، دوسری طرف کچھ لوگ کفاءت کو شرط اور مدارِ نکاح کا درجہ دیتے ہوئے اپنی اشرافیت و برتری کو بین السطور میں ثابت کرتے ہیں اور غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہیں، جب کہ راہِ صواب افراط و تفریط کے درمیان سے ہو کر گزرتی ہے، لہذا مسئلہ کفاءت میں افراط و تفریط سے گریز کیا جائے۔

۲۔ شریعت نے یہ ہدایت ضرور دی ہے کہ لڑکی کو نکاح بغیر ولی کے نہیں کرنا چاہئے، لیکن ولی کو بھی یہ چاہئے کہ وہ کفو کی شرط پر اتنا زور نہ دے جس کے نتیجے میں لڑکی عمر بھر شادی سے محروم ہو جائے اور برادری کی شرط پر اتنا زور دینا تو اور بھی زیادہ بے بنیاد اور لغو حرکت ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

۳۔ لوگ محبت ضرور کریں مگر محبوب کو پانے کیلئے خاندان اور اسلامی اقدار سے بغاوت نہ کریں، کیونکہ جہاں خاندان کی حمیت اور غیرت قتل ہو گی وہاں غیرت کے نام پر کشت و خون ہوتا رہے گا، انسان جذباتی فیصلے کر کے اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنے پیاروں کی زندگیاں بھی جہنم بنا دیتا ہے، معاشرے میں برائی اور بدکاری کا راستہ روکنے کیلئے نکاح کو آسان بنایا جائے۔

۴۔ والدین اپنی اولاد سے دوستانہ برتاؤ رکھیں اور ان کی پسند و ناپسند کو اہمیت دیں، دوسری طرف اولاد بھی بے جا شرم سے اجتناب کرتے ہوئے کھلے طریقے سے اپنی پسند و ناپسند سے والدین کو آگاہ کرے اور تمام معاملات انہی کے ذریعے طے کرے، تاکہ ماں باپ کی حمیت اور خاندان کی آن ملیامیٹ کر کے گھروں سے بھاگ کر شادیوں کے نتیجہ میں بے حیائی کو فروغ نہ ملے ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 ابن منظور الأفریقی، جمال الدین محمّد بن مکرَّم بن علی [۷۱۱ھ]، **لسان العرب**، حرف الھمزہ، **فصل الکاف**، مادّہ 'کفا'، دار صادر، بیروت ۱۴۱۴ھ۔

2 القرآن سورہ الاخلاص ۱۲۲: ۴

3 الحصکفی، محمد بن علی بن محمد، الحنفی [م ۱۰۸۸ھ]، **الدر المختار**، ج۳، ص۸۴، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۲ھ۔

4 وھبۃ الزحیلی، وھبۃ بن مصطفی، **الفقہ الاسلامی و أدلتہ**، ج۹، ص۶۷۳۸، دار الفکر، سوریہ، دمشق، سطن۔

5 ابوداؤد سلیمان بن الاشعث [م ۲۷۵ھ]، **سنن ابی داؤد**، رقم الحدیث ۲۲۸۴، المکتبۃ العصریہ، بیروت، سطن۔

6 ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، [م ۱۲۵۲ء]، **رد المحتار علی الدر المختار**، ج۳، ص۸۴، دار لفکر، بیروت ۱۴۱۲ھ۔

7 ابن قدامۃ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد [م ۶۲۰ھ]، المغنی، ج۷، ص۳۳، بحوالہ سابق۔

8 الدار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر [م ۳۸۵ھ]، **سنن الدار قطنی**، رقم الحدیث: ۳۶۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۴ء۔

9 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ [م ۲۷۹ھ]، **سنن الترمذی**، تحقیق: احمد محمد شاکر و آخرون، رقم الحدیث: ۱۰۷۵، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر ۱۳۹۵ھ۔

10 ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ، القزوینی [م ۲۷۳ھ]، **سنن ابن ماجہ**، رقم الحدیث: ۱۹۶۸، دار احیاء الکتب العربیۃ، سطن۔

11 وھبۃ الزحیلی، وھبۃ بن مصطفی، **الفقہ الاسلامی و اُدلتہ**، ج۹، ص۶۷۳۶، دار الفکر، سوریہ، دمشق، سطن۔

12 ابوداؤد سلیمان بن الاشعث [م ۲۷۵ھ]، **سنن ابی داؤد**، رقم الحدیث ۲۱۰۲۔

13 ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، الشیبانی [م ۲۴۱ھ]، **مسند الامام احمد بن حنبل**، رقم الحدیث ۲۳۴۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ ۲۰۰۱ء۔

14 القران، الحجرات ۴۹:۱۳

15 رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، خواتین کے حقوق اور ہندوستانی علماء، ماہ نامہ زندگی نو، ج۳۸، ش۱، جنوری ۲۰۱۲ء، نئی دہلی۔

16 وھبۃ الزحیلی، وھبۃ بن مصطفی، **الفقہ الاسلامی و اُدلتہ**، ج۹، ص۶۷۴۷، دار الفکر، سوریہ، دمشق، سطن۔

17 ابن الھمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی [م ۸۶۱ھ]، **فتح القدیر**، ج۳، ص۲۹۶، دار الفکر، سطن۔

18 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ [م ۲۷۹ھ]، سنن الترمذی، تحقیق: احمد محمد شاکر و آخرون، رقم الحدیث: ۲۳۵۲۔

19 ایضاً، رقم الحدیث: ۱۰۸۵۔